

انسانی فضائل و کمالات

(دور

امام خمینیؑ

سید محمود نقوی

علامہ اقبال کی چشم بصیرت کی یہ کارفرمائی تھی یا ان کی الہامی فکر کا نتیجہ کہ ایران کے اسلامی انقلاب سے بہت پہلے انھیں اس سرزمین سے کچھ صحت مند اور انقلاب آفرین امیدیں وابستہ ہو گئی تھیں:

من درین خاک کہن گوہر جان می بینم
چشم ہر زرہ چو انجم نگراں می بینم
دانہ ای را کہ نہ آغوش زمین است ہنوز
شاخ در شاخ و برومند و جوان می بینم
انقلابی کہ بگنجد بہ ضمیر افلاک
بینم و بچ ندانم کہ جہان می بینم

اور صرف اتنا ہی نہیں بلکہ ان کی دور بین نگاہیں اس گرد آلود ماحول میں ایک سوار کی آمد کے آثار کو بھی دیکھتی ہیں۔

خرم آن کس کہ درین گرد سوار می بیند

اور پھر انھیں تاروں کی لرزش سے جو ہر نغمہ کی نشان دہی بھی محسوس ہونے لگتی ہے۔

علامہ اقبال کا خواب سچ ثابت ہوا۔ ایک طویل جدوجہد کے بعد شہنشاہیت کا

گردوغبار چھٹا اور ۱۹۷۹ء میں ایک مرد حق آگاہ کی مساعی جیلہ اور انتھک کوششوں سے اسلامی انقلاب رونما ہوا۔ جس طرح یہ انقلاب بیسویں صدی کا سب سے بڑا اور حیرت انگیز انقلاب تھا، اسی طرح اس انقلاب کا رہبر بیسویں صدی کا سب سے بڑا قائد اور عظیم انسان تھا۔ در حقیقت امام خمینیؑ اور اسلامی انقلاب دو مترادف الفاظ ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ ایک قد آور شخصیت کا نام ہے اور دوسرا اس کے ناقابل فراموش کارنامے کا۔ اگر کسی کا کارنامہ زندہ اور باقی ہے تو وہ شخصیت بھی اپنی تمام جلوہ سامانوں کے ساتھ موجود ہے۔ اور کبھی کبھار ایسا ہوتا ہے کہ کچھ شخصیتوں اور ان کے کارناموں میں اتنا گہرا ارتباط ہوتا ہے کہ دونوں کو ایک دوسرے سے جدا نہیں کیا جاسکتا۔ کارنامہ مشخص ہو جاتا ہے، شخصیت کارنامہ بن جاتی ہے۔ امام خمینیؑ اور اسلامی انقلاب کے ساتھ یہی کیفیت ہے۔ اسلامی انقلاب کا لفظ ہونٹوں پر آتے ہی بے ساختہ ذہن میں امام خمینیؑ کی شخصیت ابھر آتی ہے۔ اسی طرح امام خمینیؑ کا ذکر ہوتے ہی اگر ایک طرف نطق زبان کے بوسے لینے پر آمادہ ہو جاتا ہے تو دوسری طرف ذہن اسلامی انقلاب کی کیفیات سے سرشار ہو جاتا ہے یقیناً ایسی قد آور شخصیتیں صدیوں میں پیدا ہوتی ہیں۔

خلاق عالم نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا اور اسے 'حسن تقویم' کے خطاب سے نوازا۔ لیکن اس شرف کے بار کو اٹھانا ہے ہر ایک بس کی بات نہیں۔ کیا بین الاقوامی سطح کے مجرموں کو بھی، بھلے ہی وہ کسی بڑے ملک کے صدر ہی کیوں نہ ہوں، اشرف المخلوقات میں شمار کرنا مناسب ہوگا؟ کیونکہ یہی انسان جب اپنے مزاج و کردار کی پستیوں کے باعث گرتا ہے تو اسفل السافلین کہلانے کا مستحق بن جاتا ہے، پھر اس کے یہاں جائز و ناجائز اور حق و باطل کی تمیز ختم ہو جاتی ہے۔ وہ صرف اپنے غلبہ اور اقتدار کی خاطر تمام انسانی اقدار کو بالائے طاق رکھ کر شکاری کتوں کی طرح حملہ آور ہو جاتا ہے۔ اور ان ہی انسانوں میں جب کوئی بندہ خدا تقویٰ اور پرہیزگاری کو اپنا مزاج و شعار بنا لیتا ہے تو کبھی اس کے خلق عظیم پر فائز ہونے کا اعلان کیا جاتا ہے، کبھی وہ عہد خاص قرب الہی کی اس منزل پر پہنچ جاتا ہے کہ دوکانوں سے بھی کم کا فاصلہ

رہ جاتا ہے اور کبھی رب العالمین اسے رحمت العالمین کے خطاب سے نوازتا ہے۔ بیسویں صدی کے آخر میں اس عظمت کردار کا پرتو جس انسان میں نظر آتا ہے دنیا اسے امام خمینی کے نام سے جانتی اور پہچانتی ہے۔ جس کے مزاج و کردار میں انسانیت کے وہ سبھی اعلیٰ اقدار موجود نظر آتے ہیں جو اسے اشرف المخلوقات اور احسن تقویم ہونے کا حقدار بناتے ہیں۔ ایسے انسان کو ہم اپنی اصطلاح میں بندہ مومن کہتے ہیں جس کا اعتقاد و یقین یہ ہوتا ہے کہ ہم سے جو اچھے اور بڑے کام انجام پذیر ہوتے ہیں وہ بغیر تائید ایزدی کے انجام نہیں پاسکتے۔ امام خمینی کی کسی تحریر یا تقریر میں یہ نہیں ملے گا کہ اسلامی انقلاب کے سرگروہ وہ خود تھے یا یہ کارنامہ انھوں نے بذات خود انجام دیا۔ جہاں بھی انقلاب کی کامیابیوں کا ذکر ہے وہ خداوندی فضل و کرم کے حوالے اور ایرانی عوام کی کوششوں کا نتیجہ ہی قرار دیا گیا ہے۔ انسان میں یہ صفت اسی وقت پیدا ہوتی ہے جب اسے اللہ پر مکمل اعتبار و یقین ہو، جب نفع اللہ ہو اس کی رگ و پے میں شامل ہو۔ ایسے شخص کی امیدیں قلیل ہوتی ہیں لیکن اس کے مقاصد جلیل ہوتے ہیں۔ وہ دم گفتگو نرم لیکن دم جستجو گرم ہوتا ہے۔ رزم ہو یا بزم وہ پاک دل اور پاکباز ہی رہتا ہے۔ امام خمینی کی پوری زندگی کے مطالعہ میں انسانی فضائل و کمالات کی جھلک ہر جگہ نظر آتی ہے۔ کسی ایک موقع پر بھی یہ کہنے کا موقع نہیں ملتا کہ اگر وہ ایسا نہ کرتے تو اچھا ہوتا۔ ان کی زندگی کے صرف دو چھوٹے سے واقعات بطور ثبوت پیش کئے جاتے ہیں۔ فرانس میں قیام کے دوران ان کا ملازم سیب یا کوئی اور پھل ضرورت سے کچھ زیادہ خرید لایا۔ امام خمینی نے زیادہ خریدنے کی وجہ دریافت کی تو ملازم نے کہا کہ سستے مل رہے تھے اس لئے زیادہ خرید لیے۔ آپ نے فرمایا ایسا نہیں کرنا چاہئے کیونکہ سستے ہونے کی وجہ سے کچھ غریب لوگ انھیں خرید سکتے تھے، اس طرح ان کا حق سلب ہو گیا۔ سوچنے سمجھنے کا یہ انداز اسی وقت پیدا ہو سکتا ہے جب اللہ پر مکمل یقین ہو اور اس کی مخلوق سے بغیر کسی لاگ یا لگاؤ کے محبت والفت۔

انقلاب اسلامی کے بعد جب ایک مجرم کو پھانسی کی سزا سنائی گئی تو اس نے ایک عالم

دین کے وسیلے سے امام خمینیؑ سے سفارش کروائی کہ سزا میں تخفیف ہو جائے مگر امام خمینیؑ نے ان کی خواہش نامنظور کر دی۔ جب عالم دین کا اصرار بڑھا تو آپ نے فرمایا ”میں آپ سے بڑی محبت و عقیدت رکھتا ہوں لیکن میں لوگوں کی خوشی کے لئے خوشنودی پروردگار کو نظر انداز نہیں کر سکتا۔“

بندہ حق بین حق اندیش اسی طرح گفتار و کردار میں اللہ کی برہان ہوتا ہے، اس کی گفتگو میں اگر ایسی شبہی کیفیت ہوتی ہے جس سے جگر لالہ میں ٹھنڈک پڑ جائے تو اس کی جرات و بیباکی بھی ایسے طوفان کی مانند ہوتی ہے جس سے دریاؤں کے دل و بل جائیں۔

انکساری انسانی فضائل و کمالات کا ایک بڑا وصف ہے مگر مردان خدا ایسے موقعوں پر انکساری سے کام نہیں لیتے جہاں حق پر آئج آرہی ہو، پھر ان کی حق گوئی و بیباکی مصلحتوں کا شکار نہیں ہوتی۔ امام خمینیؑ کی زندگی میں بہت سے لوگ یہ کہا کرتے تھے کہ انھیں مصلحت سے کام لینا چاہئے اور کسی ایک ’سپر پاور‘ کو تو اپنا دوست بنانا ہی چاہئے، مگر وہ امریکہ کو ہمیشہ شیطان بزرگ کہتے رہے اور مشرقی بڑی طاقت کو بھی کبھی نہیں سراہا۔

ایک مرد مومن اسی طرح کسی سے مرعوب نہیں ہوتا بلکہ فقیری میں بھی شای کیا کرتا ہے۔ امام خمینیؑ میں انسانی فضیلتوں کے دوسرے سبھی پہلو جیسے اپنے گھر والوں پر حکم نہ چلانا، اپنا کام بذات خود انجام دینا، سلام میں سبقت کرنا، فضول خرچی سے اجتناب کرنا، یہ سبھی خوبیاں موجود تھیں۔ وہ یقیناً ایسے مرد خدا تھے جو نقطہ پرکار حق کو اپنا نصب العین اور شعار زندگی بناتا ہے۔ وہ بیسویں صدی کی بڑھتی ہوئی تاریکیوں میں پیدا ہونے والی ایک ایسی سحر تھے جس کا اجالا دور دور تک پھیلا، جس سے حسب توفیق بے شمار افراد فیضیاب ہوئے اور جس سے انسانی فضائل و کمالات کو صحت مند توانائی حاصل ہوئی۔ اور شاعر مشرق کے الفاظ میں وہ ایک ایسی انقلاب آفرین اور حیات بخش شخصیت کے مالک تھے جن کے لئے یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ

فطرت کا سرود ازلی اس کے شب و روز

آہنگ میں یکتا صفت سورہ رحمن

☆☆☆☆☆